وارثانِ علوم صاحبِ میلاد و معراج

مسلم اسپین کے بعض نامور فقہاء

ڈاکٹر محمد احمد فلاحی

علوم وفنون کے میدان میں مسلم اسپین نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کی تاریخ تقریباً آٹھ صدیوں پر محیط ہے مسلمانوں کے عہد اقتدار نے اسپین کو عظمت و رفعت کا ایک روشن مینار بنا رہا۔ قدرتی عطیات سے پُر یہ ملک عہدِ قدیم میں متعدد اقوام کی دست درازیوں کا شکار رہا۔ سب نے اس کی زرخیزی اور سرسبزی وشادابی کو تاراج کیا اور ظلم و عدوان کی طویل داستان مرتب کی۔ اس تاریکی میں عدل و مساوات کے علمبردار عرب (مسلمان) وہاں پہونچے اور آشتی کی متلاشی روحوں کو پیغام مسرت سے بھر دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک ان علمبردارانِ عدل و مساوات نے خدائی احکام کی پاسداری کی تمام عالم کے مرکز و محور کی حیثیت اسے حاصل رہی اور تمام ہی علوم وفنون کے میدان میں بڑی بڑی نامور شخصیات پیدا ہوئیں ان میں فقہاء، قضاۃ، مفسرین، خطباء، محدثین، شعراء ادباء، علماء وغیرہم کی ایک طویل فہرست ہے۔

مسلم اسپین میں فقہاء کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ وہاں فقہ کا بہت اونچا معیار تھا، جیسا کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسپین کا ہر فرد علم وادب کا رسیا تھا۔ حکومت کے اہم عہدوں پر اسی شخص کا تقرر ہوتا جو ان سب میں ممتاز ہوتا اور عوام وخواص میں اپنی اہلیت وعظمت ثابت کر چکا ہوتا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ شروع کے دور میں امام اوزاعی کا مذہب اسپین میں رائج تھا جو دو صدیوں سے زیادہ نہیں چل سکا۔ البتہ مذہب مالکی نے دو صدیوں کے بعد اپنی جڑیں مضبوط کیں اور اسی مذہب کو وہاں کے عوام وخواص

میں قبول عام حاصل ہوا۔ مالکی مذہب امام مالکؒ کے شاگردوں کے توسط سے اسپین پہنچا۔ روایت ہے کہ ابتدا میں زیاد بن عبدالرحمان اور معازی بن قیس وغیرہ نے اسپین میں مذہب مالکی کی داغ بیل ڈالی اور پھر اس کی سرپرستی خلفاء نے بھی کی۔[1]

مورخ مقری صاحب نفح الطیب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اسپین میں مذہب مالکی کو داخل کرنے اور اس سے روشناس کرانے کا سہرا زیاد بن عبدالرحمان (م ۱۹۳ء) کے سرجاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک قافلہ جس میں وہ خود بھی تھے ہشام بن عبدالرحمان کے عہد میں حج کے ارادے سے نکلا اور وہاں امام مالکؒ سے کسب فیض کیا۔ حج سے واپسی کے بعد اسپین میں مالکی مذہب کی ترویج واشاعت کا آغاز کیا۔ زیاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس قافلہ کے سرخیل تھے۔ یہ وہی زیاد ہیں جن کا لقب شبطون ہے۔ مقری آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ زیاد بن عبدالرحمان ہی ہیں جنھوں نے مؤطا امام مالک سے اہلِ اندلس کو واقف کرایا اور یحییٰ بن یحییٰ اللیثی نے بھی مؤطا کا علم زیاد ہی سے حاصل کیا۔[2]

مذہب مالکی کی جڑیں حکم بن ہشام کے عہدِ امارت میں مزید مستحکم ہوئیں۔ کیونکہ یحییٰ بن یحییٰ جو مذہب مالکی کے زبردست مبلغ تھے، عوام وخواص اور حکمران طبقے میں بے حد مقبول تھے حتیٰ کہ منصبِ قضاء پر وہی شخص فائز کیا جاتا جس کے حق میں یحییٰ بن یحییٰ کی رائے ہوتی۔

اہالیان اسپین کی اکثریت مذہب مالکی کی مقلد تھی۔ ابن خلدون کے بقول "اہلِ مغرب اور اہلِ اندلس نے مذہب مالکی کو اختیار کیا۔ گرچہ انھیں دوسرے مسالک کا بھی علم تھا مگر انھوں نے کسی دوسرے مسلک کی بہت کم تقلید کی۔ عموماً وہاں کے لوگوں کی منتہائے نظر حجاز تھی اور ان دنوں مدینہ مرکزِ علم تصور کیا جاتا تھا۔ فقہائے عراق کا تفقہ بھی مسلم تھا لیکن چونکہ عراق ان کے راستے میں نہیں پڑتا تھا اس لیے وہ علمائے مدینہ ہی سے کسب فیض پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ ان دنوں مدینہ میں امام مالکؒ کے علم وفضل کا طوطی بولتا تھا اور ان کے بعد انہی کے نامزد کردہ شیوخ وتلامذہ مرجع خلائق تھے۔ اسی بناء پر اہل مغرب اور اہلِ اندلس کے مرجع علمائے مدینہ

تھے اور انہی کی وہ تقلید کرتے تھے۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اہل مغرب واہلِ اندلس کی طبیعت میں بداوت غالب تھی اور عراق کی تہذیب میں تکلف تھا۔ اپنی طبعی بداوت کی وجہ سے حجاز کی طرف ان کا میلان زیادہ تھا۔ اسی بنا پر مذہب مالکی ان کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا۔[۳]

ذیل میں بعض ان مشہور شخصیتوں کے حالات زندگی اور خدمات کا جائزہ لیا جائے گا جنھیں علم فقہ میں درک حاصل تھا اور جنھوں نے اس فن میں قابل قدر خدمات پیش کی ہیں۔

یحییٰ بن یحییٰ اللیثی

ان کا پورا نام ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وسلاس بن شمال بن منغایا اللیثی ہے۔ ان کی اصل مصمودہ نامی بربری قبیلے سے ہے۔ ان کے آباؤ اجداد نے قرطبہ کو اپنا مسکن بنایا۔[۴]

یحییٰ بن یحییٰ نے مؤطا امام مالک کی سماعت قرطبہ ہی میں زیاد بن عبد الرحمان بن زیاد اللخمی سے کی جو شبطون القرطبی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ یحییٰ بن مضر القیسی سے بھی ان کی سماعت ثابت ہے۔ ۲۸ سال کی عمر میں حجاز کا سفر کر کے بنفس نفیس پوری مؤطا امام مالکؒ سے سماعت کی۔ امام مالکؒ سے کسبِ فیض کے بعد مکہ میں سفیان بن عیینہ سے استفادہ کیا اور مصر میں لیث بن سعدؒ، عبداللہ بن وہبؒ اور عبد الرحمان بن القاسمؒ سے استفادہ کیا اور دیگر اصحاب مالک سے بھی مستفید ہوئے۔

روایت ہے کہ امام مالک کی مجلس درس میں دیگر تلامذہ کے ساتھ یحییٰ بھی شامل تھے کہ یکایک "ہاتھی آیا، ہاتھی آیا" کا شور بلند ہوا۔ تمام اصحاب مالک ہاتھی دیکھنے کی غرض سے نکل پڑے لیکن یحییٰ ہاتھی دیکھنے نہیں گئے۔ امام مالک نے ان سے پوچھا کہ تم ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے، جب کہ اسپین میں وہ نہیں پایا جاتا ہے تو یحییٰ نے جواب دیا کہ میں یہاں اپنے وطن سے ہاتھی دیکھنے نہیں بلکہ آپ سے استفادہ کی غرض سے آیا ہوں۔ امام مالکؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور انھیں "عاقل اہل اندلس" کے خطاب سے نوازا۔[۵]

امام مالک سے مؤطا کا علم حاصل کرنے کے بعد یحییٰ اسپین لوٹ آئے انھیں

وہاں فقہی امامت وریاست کا مقام ملا اور انہی کے واسطے سے اسپین میں مذہب مالکی کو فروغ حاصل ہوا۔ مؤطا امام مالک کی سب سے مشہور اور مستند روایات یحییٰ بن یحییٰ اللیثی کی مانی جاتی تھیں۔ اپنی امانت ودیانت کی بنا پر امرائے اسپین کے نزدیک ان کا بڑا بلند مقام تھا۔ کسی قسم کا کوئی عہدہ انتظام یا قضا نہ کرنے کی بنا پر ان کا رتبہ مزید بلند ہوا۔ اپنے زہد وورع کی بنا پر قضاۃ کے تقرر کے وقت ان کی رائے لی جاتی تھی۔

ابن حزم کے بقول "دو مذاہب کو اسپین میں پھیلنے کا موقع ملا۔ ایک حنفی مذہب جب امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابو یوسف یعقوب قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تو قضاۃ کا تقرر انہی کی جانب سے ہوا کرتا تھا۔ دوسرا مذہب مالکی ہے جس کے پھیلنے کا سبب یحییٰ بن یحییٰ تھے۔ جو امراء کے نزدیک نہایت مقبول تھے اور جن کے مشورے کے بغیر کسی بھی قاضی کا تقرر نہیں ہوتا تھا اور یہ اسی کی سفارش کرتے تھے جو ان کا ہم مسلک ہوتا۔ لوگ دنیا پرست ہو گئے تھے اور اپنے اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے ہر رطب ویابس کو قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ اس ماحول میں یحییٰ کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اپنے لیے عہدۂ قضاء کو کوئی اہمیت نہ دی اور نہ ہی کوئی دوسرا عہدہ قبول کیا ان کی یہ صفت بے نیازی اور دنیا سے بے رغبتی عوام وخواص میں مزید مقبولیت کا سبب بنی"۔ ۶ے

صاحب وفیات الاعیان نے حکایت نقل کی ہے کہ امیر عبدالرحمٰن بن الحکم الاموی نے ایک مسئلے کے سلسلے میں فقہاء کو بلا بھیجا۔ مسئلہ یہ تھا کہ عبدالرحمان نے اپنی سب سے محبوب لونڈی سے رمضان میں روزے کی حالت میں مجامعت کر لی۔ اپنے اس فعل پر اسے بے حد ندامت تھی۔ اسی کے حل کے لیے اس نے فقہاء کو زحمت دی اور مسئلہ دریافت کیا۔ یحییٰ بھی اس مجلس میں موجود تھے انھوں نے برملا نہایت بے باکی کے ساتھ یہ فتویٰ دیا کہ اس جرم کا کفارہ یہ ہے کہ مسلسل دوماہ کے روزے رکھے جائیں۔ اس فتوے کو سن کر تمام فقہاء خاموش رہے۔ بعد میں ان لوگوں نے یحییٰ سے پوچھا کہ آپ نے مذہب مالکی کے مطابق کیوں فتویٰ نہیں دیا۔ اس میں اختیار ہے کہ غلام آزاد کیا جائے یا مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا پھر روزے

رکھے جائیں۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ اگر میں نے مذہب مالکی کے مطابق فتویٰ دیا ہوتا تو اس کے لیے روز وطی کرنا اور بطور کفارہ غلام آزاد کرنا آسان ہو جاتا۔ ہم نے اس کو مشکل راستہ بتایا کہ وہ دوبارہ ارتکاب معصیت نہ کرے[۶]

یحییٰ بن یحییٰ کے سلسلے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ امام مالکؒ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کے لیے روانہ ہوئے تو مصر میں عبدالرحمان بن القاسم کو دیکھا کہ امام مالک سے سنی ہوئی احادیث کی تدوین کر رہے ہیں۔ وہیں سے انھوں نے امام مالک سے بنفس نفیس ان احادیث کی سماع کی خاطر دوبارہ مدینہ کا رخ کیا مدینہ پہنچے تو امام مالک علیل تھے۔ یحییٰ وہیں اقامت پذیر ہو گئے حتیٰ کہ امام مالک کا انتقال ہو گیا۔ ان کی تدفین کے بعد وہ پھر ابن القاسم کے پاس آئے اور ان سے ان مسائل کی امام مالک کے واسطے سے سماعت کی۔

ابوالولید ابن الفرضی نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ اسپین واپس لوٹے تو وہی امام وقت تھے اور "عاقل اسپین" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ محمد بن عمر بن لبابہ کے بقول فقیہ اندلس عیسیٰ بن دینار، عالم اندلس عبدالملک بن حبیب اور عاقل اندلس یحییٰ بن یحییٰ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر حکم بن ہشام کے خلاف ۱۹۸ھ میں بغاوت کا الزام لگا تھا اور جس کی بنا پر وہ طلیطلہ چلے گئے تھے پھر وہ حکم کے امان دینے پر قرطبہ واپس آئے"۔ احمد بن خالد کے بقول "اسپین کے اہل علم حضرات میں سے کسی کو بھی وہ مقام نہیں ملا جو یحییٰ بن یحییٰ کو ملا"۔ ابن بشکوال کے بقول یحییٰ بن یحییٰ مجاب الدعوہ تھے، ان کا اٹھنا بیٹھنا، گفتار و کردار امام مالک جیسا تھا"[۸]

یحییٰ بن یحییٰ کی وفات رجب ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ صاحب جذوۃ المقتبس ابو عبداللہ الحمیدی نے ۲۲ رجب تاریخ وفات لکھی ہے۔ ابوالولید ابن الفرضی نے ۲۳۳ھ لکھا ہے[۹]۔

ابن عبدالبر الاندلسی

ان کا پورا نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی ہے۔ کنیت ابو عمر اور لقب جمال الدین ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار سے جا ملتا ہے جو بنو عدنان سے متعلق ہے۔

وہ خالص عربی النسل تھے۔ ان کے آباؤ اجداد اسپین کے وادئ آش میں وارد ہوئے تھے۔[۱۰]

ابن عبدالبر ۲۵ ربیع الثانی ۳۶۸ھ کو جمعہ کے روز زوال کے وقت جب کہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا، پیدا ہوئے۔ طاہر بن مفوز کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد عبداللہ کی تحریر مجھے اس سلسلے میں دکھائی تھی۔ ان کے والد بلند پایہ ادیب و شاعر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن عبدالبر نے اپنے والد سے کوئی علم حاصل نہیں کیا کیونکہ وہ ان کے علم حاصل کرنے کی عمر سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔[۱۱]

ابن عبدالبر کی پرورش قرطبہ میں ہوئی جو کہ ان دنوں اسپین کا دارالخلافہ تھا اور علم و فضل اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا جہاں سے ہر فن کے جیّد علماء اور اہل السنت والجماعت کے فضلاء نے سیرابی حاصل کی تھی۔ تابعین اور تبع تابعین کی ایک کثیر جماعت وہاں تھی اور ایک قول کے مطابق بعض صحابہ بھی وہاں اترے تھے۔ واللہ اعلم۔

قرطبہ کے علماء آسمان علم و معرفت کے ستاروں کی مانند چمکتے ہیں۔ قرطبہ کا ماحول اس قدر علمی تھا کہ وہاں ہر فرد علم و ادب کا رسیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علم و ادب، فنون و معارف اور اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ ایشیا و مغرب کے علم و فن کے طالب کثیر تعداد میں یہاں کا رخ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہاں کے علماء کا عمل حجت کا درجہ رکھتا تھا۔ حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ، طب، ریاضی اور فلکیات وغیرہ علوم کے حصول کے لیے دور دراز سے طالبینِ علم اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔

یوں تو اسپین کا ہر فرد بالخصوص قرطبہ کا ہر باشندہ علم کا دلدادہ تھا، تصنیف و تالیف کا رسیا، کتابیں جمع کرنے اور لائبریریاں قائم کرنے کا ذوق رکھتا تھا اور یہ چیز ان کے لیے قابل افتخار تھی۔ اہلِ قرطبہ کے نزدیک علماء کی تعظیم و تکریم بہت تھی اور ان کی ضرورتوں میں کام آنے کو ہر فرد باعثِ فخر تصور کرتا تھا۔ علمائے قرطبہ ارباب حل و عقد میں کلیدی اہمیت کے حامل تھے۔

علامہ ابن عبدالبر کی اس علمی فضا میں پرورش و پرداخت ہوئی یہیں سے انھوں نے اپنے ہم عصر علماء سے کسب فیض کیا۔ ابن عبدالبر نے خاص طور سے فقہ اور حدیث کے فن میں اپنا مقام بنایا حتیٰ کہ اپنے پیش رودں سے بھی آگے نکل گئے۔ یہی وجہ ہے کہ "حافظ المغرب" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابن عبدالبر سنت کے پابند اور اس

کی احیاء کے علمبردار تھے۔ جمود و تعطل سے دور، تقلید سے پرے اور اجتہادی شان کے حامل تھے۔ فقہی مسائل و احکام کے استنباط میں ان کے دلائل کافی وزن دار ہوا کرتے تھے۔ وہ ائمۂ اربعہ کی آراء کو جرح و تعدیل کے اصول پر پرکھا کرتے اور پھر اپنی رائے مدلل انداز میں پیش کرتے تھے۔ کسی بھی رائے کا انکار یا اقرار بغیر کسی واضح دلیل کے نہیں کرتے تھے۔ اسی بناپر اہلِ علم کے نزدیک ان کی رائے حجت کا درجہ رکھتی تھی اور وہ فقہاء و محدثین کے نزدیک دین کا علم تصور کیے جاتے تھے اور مشرق کے قابل فخر مغربی عالم دین کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

ابن عبدالبر نے بڑے بڑے علمائے اسپین سے کسب فیض کیا۔ ان کے بعض مشہور اساتذہ درج ذیل ہیں۔

(۱) خلف بن القاسم بن سہل بن دباغ الاندلسی: متوفی ۳۹۳ھ

(۲) عبدالوارث بن سفیان بن جبرون: ابن عبدالبر نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔

(۳) عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن (م ۳۹۰ھ) اسپین کے اکابر محدثین و فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

(۴) محمد بن عبدالملک بن صیفوف الرصافی: یہ بھی کبارِ اہلِ علم میں شمار کیے جاتے تھے۔

(۵) ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن اسد الجہنی البزار: انھوں نے حجاز، شام اور مصر جاکر وہاں کے علماء سے کسب فیض کیا اور جید علمائے اسپین میں شمار کیے گئے۔

(۶) الحسین بن عبداللہ بن یعقوب البیجانی ابوعلی: انھوں نے سعید بن مخلوف سے عبدالملک بن حبیب کی کتاب کی روایت کی اور ان سے ابن عبدالبر نے روایت کی۔

(۷) ابوعمر احمد بن محمد بن احمد بن سعید المعروف بابن الجسور الاموی: متوفی سنہ ۴۰۱ھ انھوں نے ابوعلی حسن سلمہ، ابوبکر احمد بن الفضل الدینوری، وہب بن مسرہ، محمد بن معاویہ القرشی اور قاسم بن اصبغ سے سماعت کی اور ان سے خلقِ کثیر نے استفادہ کیا۔ ابن عبدالبر بھی ان میں شامل ہیں۔

(۸) ابوعثمان سعید بن نصر بن عمر بن خلف الاندلسی: یہ طلب علم کے لیے خراسان گئے اور وہاں ابوسعید بن الاعرابی اور اسماعیل الصفار سے سماع کیا اور خود اپنے وطن

اسپین میں قاسم بن اصبغ اور وہب بن مسرہ وغیرہ سے سماع کیا ان کی وفات بخاریٰ میں ہوئی۔

(۹) احمد بن قاسم بن عبدالرحمان التاہرتی البزار: ان کی کنیت ابو الفضل تھی، تاہرت میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ اسپین آگئے۔ وہیں ان کی پرورش و پرداخت ہوئی اور وہاں کے جید علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ انھوں نے ابن ابودلیم، قاسم بن اُصبغ اور وہب بن مسرہ سے سماع کیا اور ان سے ابن عبدالبر نے روایت کی۔

(۱۰) ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ الطلمنکی: طلمنکہ اسپین کا ایک شہر ہے۔ وہیں ابوعمر کی پرورش ہوئی۔ یہ قرارت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ انھوں نے ابوبکر محمد بن یحییٰ الدمیاطی سے سماع کیا اور ان سے ابن حزم اور ابن عبدالبر نے روایت کیا۔

(۱۱) ابوعمر احمد بن عبدالملک الاشبیلی المعروف بابن المکوی: یہ اپنے زمانے میں قرطبہ کے مفتی تھے۔ انھوں نے منصور بن ابی عامر کے حکم پر امام مالک کے اقوال پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی۔ ابن عبدالبر نے ان سے استفادہ کیا۔

ان شیوخ کے علاوہ ابن عبدالبر کے متعدد اور اساتذۂ کرام ہیں جن سے ابن عبدالبر نے پورا فیض حاصل کیا۔ جیسے ابومطرف القنازعی، قاضی یونس بن عبداللہ، ابوالولید ابن الفرضی، احمد بن فتح الرسان اور یحییٰ بن وجہ الجنۃ بلالہ

ابن عبدالبر اسپین چھوڑ کر کہیں نہیں گئے۔ البتہ انھوں نے اپنے ہی ملک کے علمائے عظام سے کسب فیض کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی انھوں نے اپنی زندگی کے کچھ ایام دانیہ، بلنسیہ اور شاطبہ میں بھی گذارے اور پرتگال کی راجدھانی اشبونہ میں منصب قضاء پر فائز رہے اور کچھ عرصہ ابن الأفطس کے عہد اقتدار میں تشترین میں بحیثیت قاضی خدمات انجام دیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اشبیلیہ بھی گئے تھے لیکن وہاں کی آب و ہوا راس نہ آنے کی وجہ سے وہاں زیادہ دن نہ ٹھہر سکے۔

ابن عبدالبر نے اپنی بے شمار تالیفات چھوڑی ہیں جن میں سے درج ذیل اہم ہیں۔ (۱) آداب العلم (۲) الأجوبۃ الموعبۃ علی المسائل المستغربۃ من صحیح البخاری۔ (۳) الاستذکار لمذاہب ائمۃ الأمصار (۴) الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب (۵) الاکتفاء فی

قرآۃ نافع وأبی عمرو (۶) الأنباعن قبائل الرواۃ (۷) الانتہاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء (۸) الانصاف فیما بین العلماء من الاختلاف (۹) بہجۃ المجالس وأنس المجالس (۱۰) البیان فی تاویلات القرآن (۱۱) التقصی لحدیث الموطا (۱۲) التمہید لما فی الموطا من المعانی و الأسانید (۱۳) جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ (۱۴) الدرر فی اختصار المغازی والسیر[۱۲] (۱۵) کتاب الکنیٰ (۱۶) کتاب القصد والأمم فی انساب العرب و الأمم (۱۷) کتاب الشواہد (۱۸) کتاب الانصاف فی اسماء اللہ تعالیٰ (۱۹) کتاب الفرائض[۱۳] (۲۰) الکافی فی فقہ اہل مدینۃ المالکی۔

ابن عبدالبر کی تمام تالیفات یکساں قابل قدر اور مفید ہیں۔ طالبان علم کے لیے ہر دور میں ان کی اہمیت رہی ہے۔ مستقبل کا کوئی بھی عالم ان کی تصنیفات سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ فقہ کے موضوع پر ابن عبدالبر کی بعض تصنیفات کا مختصر تعارف کرایا جا رہا ہے۔

(۱) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: یہ کتاب بڑی قابل قدر ہے۔ ابن خلکان اس کتاب کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ "ابن عبدالبر نے موطا پر متعدد مفید کتب تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب "التمہید لما فی الموطا من المعانی و الأسانید" ہے۔ جس میں امام مالک کے شیوخ کے اسمائے گرامی حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کیے گئے ہیں اس موضوع پر ان سے پہلے اور کسی نے کام نہیں کیا۔"[۱۴] ابن حزم کا قول ہے کہ "میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کتاب پر کلام کیا ہو۔" خود ابن عبدالبر نے اپنی کتاب کا تعارف چند اشعار میں یوں کرایا ہے۔

سمیر فؤادی من ثلاثین حجۃ	وصاقل ذہنی والمفرج عن ہمی
بسطت لہم فیہ کلام نبیہم	لما فی معانیہ من الفقہ والعلم
وفیہ من الآداب مایہتدی بہ	الی البر والتقویٰ ونہی عن الظلم[۱۵]

(ترجمہ: یہ میری تیس سالہ کاوشوں کا نچوڑ ہے۔ یہ ذہن کی صیقل گری کرنے والا اور غم کو دور کرنے والا ہے۔ میں نے لوگوں کے لیے ان کے نبی کے کلام کو پھیلا دیا ہے۔ اس میں فقہ و علم کے رموز کو واشگاف کیا ہے اس میں ادب و حکمت کی وہ باتیں ہیں جن سے بر و تقویٰ کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور وہ ظلم و تعدی سے روکتی ہیں۔

(۲) **الاستذکار** : یہ مؤطا کی شرح ہے، حاجی خلیفہ کا قول ہے کہ "یہ کتاب التمہید کا اختصار ہے" لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ ایک مستقل کتاب ہے جس میں مؤطا کی شرح کی گئی ہے۔ جیسا کہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابن عبدالبر نے کتاب الاستذکار میں علمائے امصار کے مذاہب کو یکجا کر دیا ہے اور اسے مؤطا کے مطابق ترتیب دیا ہے[۱۶]۔

(۳) **الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی** : یہ فقہ کے موضوع پر ابن عبدالبر کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اس کی وجہ تالیف کے سلسلے میں وہ یوں رقم طراز ہیں کہ "ہمارے بعض اہل علم دوستوں نے یہ مطالبہ کیا کہ فقہ کے موضوع پر ایک مختصر کتاب ترتیب دوں جس میں ان مسائل کا احاطہ کیا گیا ہو جن کے اصول وامہات پر فروعی مسائل کا استنباط واستخراج کیا جا سکے اور جو ضخیم تالیفات سے بے نیاز کر دے۔ میں نے اپنے دوستوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل کی امید کرتے ہوئے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور یہ کتاب تالیف کی۔ اس میں علم اہل مدینہ پر اعتماد کیا گیا ہے اور امام مالک بن انس کا مذہب اختیار کیا گیا ہے[۱۷]۔

ابن عبدالبر کی وفات بروز جمعہ ربیع الاول کے اخیر میں ۴۶۳ھ مشرق اسپین کے ایک شہر شاطبہ میں ہوئی۔ نماز جنازہ ان کے ایک شاگرد رشید ابوالحسن طاہر بن مفوز المعافری نے پڑھائی۔

قاضی ابوالولید الباجی

ان کا پورا نام ابوالولید سلیمان خلف بن سعد بن ایوب بن وارث التجیبی القرطبی الذہبی ہے۔ ان کا خاندان بطلیوس کا رہنے والا تھا۔ ان کے دادا باجہ منتقل ہو گئے تھے جو اشبیلیہ کے قریب میں واقع ہے۔ اسی نسبت سے وہ الباجی کہے جاتے ہیں۔ ان کی پیدائش ۴۰۳ھ میں ہوئی[۱۸]۔

ابوالولید الباجی کے مشہور اساتذہ میں یونس بن عبداللہ القاضی، مکی بن ابی طالب محمد بن اسماعیل اور ابوبکر محمد بن الحسن بن عبدالوارث وغیرہ ہیں۔ انھوں نے ۲۶ سال کی عمر میں حج کیا اور تین سال تک ابوذر الحافظ کی خدمت میں حاضری دی۔ پھر بغداد اور دمشق بھی گئے اور وہاں کے علماء سے سماع کیا، قاضی ابوالطیب الطبری، قاضی ابوعبداللہ

الحسین الضمیری اور ابوالفضل بن عمروس المالکی سے فقہ میں کمال حاصل کیا۔ ابوجعفر السمنانی کے پاس موصل میں ایک سال رہے اور ان سے کسب فیض کیا۔ معقولات، حدیث فقہ، کلام اور جرح و تعدیل وغیرہ میں دسترس حاصل کی اور تیرہ ۱۳ سال کی جہد مسلسل کے بعد علوم و معارف کے خزینے اپنے سینے میں لے کر اسپین واپس آئے۔[۱۹]

بے شمار تشنگان علم نے ان سے فیض حاصل کیا جن میں ابوبکر الخطیب اور ابن عبدالبر بھی ہیں۔ جو عمر میں ان سے بڑے تھے لیکن ان سے روایت کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ابوعبداللہ الحمیدی، علی بن عبداللہ الصقلی، احمد بن علی بن غزلون، حافظ ابوعلی الصدفی، امام ابوالقاسم احمد بن ابوالولید الزاہد، ابوبکر الطرطوشی، ابوعلی بن سہل البتی، ابوبحر سفیان بن العاص اور محمد بن ابوالخیر القاضی وغیرہ نے بھی ان سے علم حاصل کیا۔

قاضی عیاض کا کہنا ہے کہ "ابوالولید بغداد میں دربانی کرتے تھے اور جب اسپین واپس آئے تو بطور روزگار سونے کے ورق پر ہتھوڑا مارنے کا کام اجرت پر کرتے تھے۔ وہ رسیاں بٹنے کا کام بھی کرتے تھے۔ ان کے بعض شاگردوں کے مطابق جب ابوالولید درس کے لیے تشریف لاتے تو ہاتھ میں ہتھوڑے کے نشانات ہوتے۔ اسی غربت و تنگ دستی کے عالم میں انھوں نے اپنے علم سے ایک دنیا کو فیض یاب کیا اور خلق خدا نے انھیں خوش آمدید کہا اور ان کی قدر و منزلت اور جاہ و عزت کو چار چاند لگے۔ اپنے احباب کے عطیات و ہدایا کی بنا پر وہ عمر کے آخری مرحلے میں مالدار ہو گئے تھے۔ اسپین کے کئی شہروں میں منصب قضا پر بھی فائز ہوئے۔ فقہ کے موضوع پر ان کی حسب ذیل کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ "کتاب المنتقیٰ، مؤطا کی شرح میں" کتاب المعانی" (بیس جلدوں میں) کتاب الاستیفا، کتاب الایما، (پانچ جلدوں میں) کتاب السراج فی الخلاف (نامکمل) مختصر المختصر فی مسائل المدونۃ، کتاب اختلاف المؤطات، کتاب فی الجرح والتعدیل، کتاب التسدید الی معرفۃ التوحید، کتاب الاشارہ فی اصول الفقہ، کتاب احکام الفصول فی احکام الاصول، کتاب الحدود، کتاب شرح المنہاج، کتاب سنن الصالحین وسنن العابدین، کتاب سبیل المہتدین، کتاب فرق الفقہاء، کتاب التفسیر (نامکمل)، کتاب سنن المنہاج و ترتیب الحجاج"[۲۰]

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ جب ابوالولید الباجی اسپین آئے تو وہاں ابن حزم ظاہری کے افکار و خیالات کا چرچا تھا وہ خود بھی ابن حزم کی شیریں کلامی سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکے۔ لیکن جلد ہی انھیں محسوس ہو گیا کہ ابن حزم کے خیالات مذاہب اربعہ سے مختلف ہیں۔ اس وقت اسپین میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ابن حزم کے علم کا مقابلہ کر پاتا۔ فقہائے وقت کی زبانیں ابن حزم سے مناظرہ کے سلسلے میں گنگ ہو گئی تھیں۔ لوگوں کی ایک کثیر جماعت ان کے افکار سے متاثر ہو کر ان کی پیرو ہو گئی تھی۔ ابوالولید کو جب ان سب باتوں کا پتہ چلا تو وہ ان کے پاس گئے اور مناظرہ کیا اور دلائل کے ذریعہ ان کے افکار کا ابطال کیا۔ ابوالولید نے اس موضوع پر ایک کتابچہ تصنیف کیا جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بعض افراد نے اپنے افکار ظاہریہ سے رجوع کیا۔[۲۱]

ابوالولید کی وفات بروز جمعرات ۱۹ رجب ۴۷۴ھ کو مریہ میں ہوئی۔ ان کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی۔[۲۲]

ابن حزم الظاہری

ان کا پورا نام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن سعدان بن سفیان بن یزید ہے۔ ابن حزم کے نام سے شہرت پائی اسپین میں رمضان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔[۲۳]

ابو مروان ابن حیان اندلسی (جو ابن حزم کے معاصر ہیں، ابن حزم سے پہلے پیدا ہوئے اور ان کے بعد وفات پائی) فرماتے ہیں کہ "ابو محمد علوم و فنون کے ماہر تھے، حدیث، فقہ، انساب اور ادب کے موضوع پر نابغۂ روزگار تھے۔ منطق و فلسفہ پر ان کی متعدد کتابیں ہیں"۔[۲۴]

قاضی صاعد اندلسی متوفی ۴۶۲ھ (جو ابن حزم کے شاگرد ہیں) کا کہنا ہے کہ "ابو محمد ابن حزم کے سلسلے میں تمام اہلِ اسپین کا اتفاق ہے کہ اسلامی علوم و فنون بالخصوص علم کلام میں ان کا مقام سب سے بلند ہے۔ فن بلاغت، شعر، خطابت وغیرہ میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ابن حزم کے صاحبزادے کی روایت کے مطابق ان کے والد کے مخطوطات فقہ، حدیث، اصول اور الملل والنحل وغیرہ موضوعات

پر تقریباً چار سو جلدوں اور اسّی ہزار اوراق پر مشتمل ہیں۔[۲۵]

ابن بسام اندلسی متوفی ۵۴۲ھ کے بقول "ابن حزم اس سمندر کی مانند ہیں۔ جس کا کوئی کنارہ نہیں اور اس سے سیراب ہونے والا بھرپور سیرابی حاصل کر سکتا ہے اور وہ اس ماہ کامل کی مانند ہیں جس کی تعریف تو کی جا سکتی ہے اس کو پایا نہیں جا سکتا۔"

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ "ابن حزم ظاہری علوم شرعیہ میں نابغۂ روزگار تھے انھوں نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں وہ ایک بلند پایہ ادیب اور فصیح اللسان شاعر تھے۔ طب و منطق پر بھی ان کی کتابیں ہیں وہ ایک مالدار اور معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے"۔[۲۶]

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ "ابن حزم ظاہری صاحب التصانیف ہیں، بچپن ہی سے ادب، منطق وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے تھے۔ بلا کے ذہین تھے"۔[۲۷]

ابن حزم اپنے آپ میں ایک امت تھے وہ ایک بلند پایہ مفسر، محدث، حافظ، فقیہہ، قاری، اصولی، متکلم، فلسفی، حکیم، زاہد، عابد، داعی، ادیب، لغوی، کاتب، شاعر، خطیب، مؤرخ، رئیس اور وزیر تھے۔ وہ ایک چلتی پھرتی جامعہ تھے۔ وہ اسپین کے چپے چپے میں جانے جاتے تھے۔ قرطبہ، شاطبہ، بلنسیہ، مالقہ، مریہ، دانیہ، بجانہ، منلب، جزیرہ، میورقہ، لیلۃ الحمراء کے قصبات، اذنبہ اور ملتجم ہر جگہ ان کے علم و فضل کا طوطی بولتا تھا۔ انھوں نے اپنے علم سے ایک جہان کو مستفید کیا۔ رہتی دنیا تک علم و ادب کے طالب ان کے علمی آثر سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

ابن حزم نے فقہ حدیث کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام "الایصال إلی فہم کتاب الخصال لجل شرائع الاسلام فی الواجب والحلال والحرام والسنۃ والاجماع" ہے اس میں انھوں نے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال فقہی مسائل کے سلسلے میں جمع کیے ہیں۔ ان کی ایک کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" ہے۔ ان کی بعض دیگر تصانیف یہ ہیں: "الفصل فی الملل فی الاہواء والنحل" اظہار تبدیل الیہود والنصاری للتوراۃ والانجیل وبیان تناقض ما بأیدیہم من ذالک مما لایحتمل التادیل "التقریب بحد المنطق والمدخل إلیہ بالالفاظ العامیۃ والأمثلۃ الفقہیۃ"۔